مرویاتِ صحابیات میں امورِ خانگی کے فقہی پہلو، تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Jurisprudential Aspects of Family Matters in the Narratives of the Female Companions

Zobia Sarwar.[1]

Dr. Mahmood Ahmad [2]

ABSTRACT

In every era of the religion of Islam, women have taken full part in teaching and propagating Islamic and religious sciences along with men, especially in the statement of hadith and jurisprudence, women have been at the forefront. The Sahābiyāt (may Allah be pleased with them), the Tābi'āt and the followers of the Tābi'āt and the daughters of Islam who came after them played a significant role in the traditions and editing and arrangement of the blessed hadiths. This is the reason why very famous hadith custodians and imams of jurisprudence made use of these hadiths and jurisprudence. The importance of the family is above all in Islamic teachings, prophetic training, the behavior of companions and social and social formation. In Islamic history, although women achieved distinction in different positions, but the wives of the Prophet, Sahabiat and the wives of great companions are a composite of all these positions. And for Muslim women, their religious, moral, social and academic achievements can be good and can protect them from all the social and cultural dangers of the present era.

Keywords: *Female Companions, Traditions, Family matters, Social impacts, Muslim*

دین اسلام کی ہر دور میں امتیازی شان رہی ہے کہ اسلامی اور دینی علوم کی تعلیم وتدریس اور نشرواشاعت میں مردوں کے ساتھ خواتین نے بھی پورا حصہ لیا، خاص طور پر حدیث و فقہ کے بیان میں خواتین پیش پیش رہیں۔ صحابیات رضی اللہ عنہن، تابعات و تبع تابعات اوران کے بعد آنے والی بنات اسلام نے احادیث مبارکہ ﷺ کی روایات اور تدوین و ترتیب میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت مشہور حفاظ حدیث اور آئمہ فقہ نے ان محدث وفقہیات سے استفادہ کیا۔اسلام کی قدیم روایات واقدار آج بھی اسلامی لٹریچر میں محفوظ ومامون ہے جبکہ مغربی تہذیب و تمدن اور طرز معاشرت پوری دنیا کی طرح اسلامی معاشروں پر بھی گہرے اثرات مرتب کررہے ہیں۔اسلامی تعلیمات، نبوی تربیت، صحابیات کے طرز عمل اور معاشرتی وسماجی تشکیل میں خاندان کی اہمیت سب سے بڑھ کر ہے۔اسلامی تاریخ میں اگرچہ عورتوں نے مختلف حیثیتوں سے امتیاز حاصل کیا، لیکن ازواج مطہرات طیباتؓ اور اکابر صحابیاتؓ ان تمام

[1]. Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahwalpur.

[2]. Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Islamia University Bahwalpur, Bahawalnagar Campus

حیثیات کی جامع ہیں اور مسلم خواتین کے لیے انہی کے دینی ،اخلاقی معاشرتی اور علمی کارنامے اسوۂ حسنہ بن سکتے ہیں اور موجودہ دور کے تمام معاشرتی اور تمدنی خطرات سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔

صحابیاتؓ نے حدیث کی نشر واشاعت اور ترویج میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ دیگر صحابہ کرام کی طرح رسول اللہ ﷺ کیساتھ حدیث کو بیان کرنے میں سب سے اہم اور نمایاں حثییت رکھتی تھیں۔ کبار صحابہ کرام بھی حضرت عائشہؓ کی فقاہت کے نہ صرف معترف تھے بلکہ بہت سے مشکل مسائل میں حضرت عائشہؓ سے فقہی مسائل دریافت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابیاتؓ کے مرویات کتبِ صحاح کے علاوہ کتبِ مسانید و معاجم میں بکثرت موجود ہیں۔ محض حضرت عائشہؓ سے ۲۲۱۰ مرویات کتبِ حدیث کا حصہ ہیں۔ صحابیات کی ان مرویات میں ایک معتد بہ حصہ ایسی روایات کا ہے جن میں سماجی وعائلی پہلوؤں کو نمایاں بیان کیا گیاہے۔ دورِ حاضر میں سماجی وعائلی مسائل کے حل میں مرویاتِ صحابیات کا مطالعہ ممد ومعاون ہے۔

صحابیات سے متعلق مختلف پہلوؤں سے کافی تحقیقی کام کیا گیاہے جو تعارفی نوعیت کا ہے۔ ان کتب میں صحابیات کی روایات کو یا تو محض جمع کیا گیاہے یا صرف مختصر وضاحت پیش کی گئی ہے لیکن مرویات صحابیات سے امور خانگی جیسے اہم ترین پہلو سے متعلق کوئی باقاعدہ کام ابھی تک نہیں کیا گیا۔ لہٰذا مضمون ہذا میں مرویات صحابیات کی روشنی میں امور خانگی سے متعلق فقہی پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ جدید معاصر سماجی وعائلی مسائل کے حل کیلئے صحابیات کے اسوہ اور نبوی تعلیمات سے استفادہ کرتے ہوئے آئیڈیل خاندانی نظام اور معاشرہ تشکیل پائے۔

امور خانگی سے متعلق مروایات صحابیات کا فقہی مطالعہ:

خانگی امور کے لیے اردو میں خاندانی اور عائلی زندگی کی اصطلاح مستعمل ہے جس سے کنبہ اور برداری کے معنی مراد لیے جاتے ہیں۔ عائلی زندگی کو فارسی میں خانوادہ کہا جاتا ہے۔ انگریزی میں فیملی (Family) کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جبکہ عربی میں الاسراۃ اور عائلۃ کے الفاظ مستعمل ہیں۔ عائلۃ عربی زبان میں میاں بیوی اور گھر کے دیگر افراد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ انسان کی عائلی زندگی سے مراد اس کی خاندانی زندگی (Family life) ہے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات کو پورا کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

عائلی زندگی کے استحکام میں عورت مرکزی کردار ادا کرتی ہے کیونکہ عورت اپنی لگن، محنت، توجہ، خلوص، ایثار اور وفاشعاری سے گھریلو نظام زندگی کو امن وسکون کا گہوارہ بناتی ہے۔ عورت کا رویہ اپنے اولاد کی تربیت کے سلسلے میں حقوق وفرائض کی بجاآوری کی بجائے احسان کا ہوتا ہے۔ اس کی تربیت ہی کی بدولت صالح اور باکردار معمار قوم پیدا ہوتے ہیں، اسی لیے عورت کے اس کردار کو جہاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کتب احادیث میں صحابیات سے بیان کردہ خانگی امور سے متعلقہ روایات بکثرت موجود ہیں جن کے مطالعہ سے کثیر الجہت سماجی، عائلی، اخلاقی اور ازدواجی پہلوؤں سامنے آتے ہیں اور جن سے عصری استفادہ ممکن ہے۔ ذیل میں بطور مثال چند ایک روایات کا فقہی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

پہلی مثال:

کبشہبنت کعب بن مالکؓ سے روایت ہے، وہ ابن ابی قتادہ کے عقد میں تھیں، وہ کہتی ہیں کہ ابو قتادہؓ اندر داخل ہوئے، میں نے ان کے لیے وضو کا پانی رکھا، اتنے میں بلی آکر اس میں سے پینے لگی، تو انہوں نے اس کے لیے پانی کا برتن ٹیڑھا کر دیا یہاں تک کہ اس نے پی لیا، کبشۃ کہتی ہیں: پھر ابو قتادہؓ نے مجھ کو دیکھا کہ میں ان کی طرف حیرت سے دیکھ رہی ہوں تو آپ نے کہا: میری بھتیجی! کیا تم تعجب کرتی ہو؟ میں نے کہا: ہاں، ابو قتادہؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

" إنها ليست بنجس إنما هي من الطوافين عليكم او الطوافات۔"[3]

"یہ ناپاک نہیں ہے کیونکہ یہ تمہارے ارد گرد گھومنے والوں میں سے ہے۔"

فقہی و تجزیاتی مطالعہ:

۱۔ یہ روایت جائنٹ فیملی سسٹم کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ سسر بہو ایک گھر میں رہ رہے ہیں۔

۲۔ اس روایت میں دلیل ہے کہ معاشروں کی اقدار ہمیشہ بڑوں کی خدمت اور احترام پر قائم ہوتی ہیں۔

۳۔ حضرت ابو قتادہ اگرچہ جرنیل صحابی اور نمایاں شہ سوار تھے صحابہ میں آپ کی شہ سواری نمایاں مقام رکھتی تھی، اگرچہ آپ پانی خود بھی بھرنے رکھنے کی استطاعت رکھتے تھے لیکن پھر بھی بہو نے پانی بھر کر رکھا تاکہ ساس سسر کی خدمت کی معاشرتی قدر کو فروغ ملے۔

۴۔ عورت کیلئے اہم اصول یہ ثابت ہوا کہ بہو کو سسر ساس کو اپنے والدین کے مرتبے میں رکھ کر برتاؤ کرنا چاہیے کیونکہ گھر میں متوازی حیثیت اختیار کرنے سے خاندانی انس و محبت باقی نہیں رہ پاتا جو فرق مراتب ملحوظ رکھنے سے وجود میں آتا ہے اسی لیئے عموماً گھروں میں بہو احساس برتری کے لیے کوشاں رہتے رہتے احساس کمتری کا شکار ہو جاتی ہیں۔

۵۔ حضرت ابو قتادہ اپنی بہو کو اے بھتیجی کہہ کر پکارتے اور نام بھی نہیں لیا اور بہو کہہ کر بھی مخاطب نہیں کیا۔ یعنی اگر چھوٹوں کو عزت دی جائے تو ہی وہ بڑوں کو عزت دیں گے۔

۶۔ عورتوں کی فطرت میں شامل ہے کہ اسے نسبی رشتے کی بنیاد پر بلایا جانا سسرالی رشتے کی نسبت زیادہ موثر ہے۔ بہو کو بہو کہنے کی بجائے بیٹی یا دوسرے رشتے سے بلانا محبت و انس کو گہرا کر دیتے ہیں جس سے خود اعتمادی و مضبوطی بڑھتی ہے جو گھر خاندان اور بچوں سب کے لیے ضروری ہے۔

۷۔ اس حدیث میں یہ درس ہے کہ چھوٹے بڑوں کے عمل سے سیکھتے ہیں ہر موقع اور عمر میں باقاعدہ رسمی تعلیم ہی کارگر نہیں ہوتی۔

۸۔ اگر چھوٹے بڑوں کے کسی عمل کو باعث تعجب سمجھیں تو انہیں تسلیم کر کے چھوٹوں کی ذہنی استعداد کے مطابق سمجھانا چاہیے۔

---

[3]۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، ریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۹ء، کتاب الطھارۃ، باب سؤر الھرۃ، رقم الحدیث: ۷۸۔
Abu Dawud, Suleman bin Ash'ath, *Al-Sunan*, Riyadh: Dar-us-Salam li Nashr wa al Touzih, 2009, Book: al-Taharah, Chapter Surah Al-Harah, Hadith: 78

۹۔اس حدیث میں گھروں میں پالتو جانور اوران سے اُنس کی بھی نشاندہی ہے کیونکہ پالتو جانور، پودے اور درخت گھروں کا حسن ہیں۔

۱۰۔ غیر مضر و غیر نجس جانوروں اور پرندوں کو گھروں میں پالنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔

دوسری مثال:

سیدہ سودہؓ دجال سے بہت ڈرا کرتی تھیں۔ایک مرتبہ سیدہ عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے ان سے ازراہِ تفنن کہہ دیا کہ دجال تو نکل آیا ہے۔ چنانچہ حضرت سودہؓ وہ گھبرا کر خیمے میں چھپ گئیں اور حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ دونوں ہنستے ہوئے نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچیں اور انہیں اپنے مذاق کی خبر دی۔اس خبر پر آپ ﷺ خوب ہنسے اور حضرت سودہؓ کو بلایا اور بتایا کہ ابھی تو دجال کا خروج نہیں ہوا۔[4]

فقہی و تجزیاتی مطالعہ:

مذکورہ بالا روایت دلیل ہے کہ عورتوں کو گھروں میں خوشگوار ماحول کو برقرار رکھنا چاہیے جیسا کہ امہات المومنین کاآپس میں تعلق زیادہ تر خوش گوار رہتا تھا، حالانکہ ان میں سوکنوں والا رشتہ تھا،اس کے باوجود وہ آپس میں تحفے تحائف کا تبادلہ کرتی تھیں اور اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتی تھیں اور آپس میں ہنسی مذاق کیا کرتی تھیں۔ صحابیاتؓ کی زندگی کا یہ پہلو آج کی خواتین کے لیے بہت قابل قدر ہے۔

۱۔اس روایت میں دلیل ہے کہ اہل خانہ کے مابین محبت اور الفت کا رشتہ قائم رکھنے کیلئے باہمی ہنسی مذاق جائز اور روا ہے۔

۲۔گھر میں رہتے ہوئے گھریلو ماحول کی تلخیوں کو دور کرنے کیلئے مزاح، لطیفہ گوئی اور دلچسپ جملوں کا تبادلہ بھی ضروری ہے۔

۳۔سوتنوں کے مابین عداوت، کینہ اور شراکت کے منفی تاثرات کو زائل کرنے کیلئے باہمی الفت اور دوستی کا رشتہ قائم کرنے کی تلقین اور تاکید کا درس ملتا ہے۔

۴۔اگر کسی واقعہ کو محض الفاظ بدل کر دلچسپ جملوں میں بیان کر کے ازراہ تفنن دلجوئی کی جائے تو شرعاً، اخلاقاً اور سماجی لحاظ سے اس میں کوئی قباحت نہیں۔

۵۔خاندانی زندگی میں عمر میں چھوٹے افراد بڑوں کیساتھ بھی مزاح کر سکتے ہیں۔جیسا کہ حضرت عائشہؓ اور حفصہؓ چونکہ حضرت سودہؓ سے عمر میں بہت چھوٹی تھیں، لیکن ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے خانگی حقوق کے پیش نظر مزاح کیا۔

۶۔اس روایت میں افراد خانہ کے مابین مضبوط تعلق اور رشتے کیساتھ قوت برداشت اور باہمی مختلف طبائع پر دلیل ہے۔تمام افراد خانہ کو ایک دوسرے کی فطری طبائع اور نفسیاتی اور پسند و ناپسند کو ملحوظ رکھتے ہوئے زندگی بسر کریں۔

۷۔سربراہِ خاندان کی ذمہ داری ہے کہ وہ باہمی گھریلو معاملات میں کسی بھی دو افراد کے معاملہ کو عدالتی انصاف پر نمٹانے کی بجائے نیک نیتی اور باہمی محبت کی فضا قائم رکھتے ہوئے مصالحانہ و ناصحانہ انداز پر کرے۔کسی ایک فرد کو مورد الزام اور جبکہ دوسرے کو بری قرار دینا گھریلو ناچاقیوں اور بغاوت و احساس برتری و کمتری کو فروغ دیتا ہے۔

---

[4]۔ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، الاصابہ فی تمییز الصحابہ، بیروت: دار ہجر، ۲۰۱۴ء ص: ۱۱۰۸

Ibn Hajar Asqalani, Ahmad bin Ali, *Al-Asābah fī Tamyeez al-Sahābah*, Beirut: Dar Hajar, 2014, p.1108

۸۔ سربراہ خاندان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اہل خانہ کے مابین تحاکمانہ انداز اختیار کرنے کی بجائے کسی ہنسی ومزاح کے مواقع کو باہمی محبت والفت کیلئے اہم گردانتے ہوئے خوشی اور مزاح میں شامل ہو جائیں۔

تیسری مثال:

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے انہیں پیغام نکاح بھیجا انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میرا تو کوئی ولی یہاں موجود نہیں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے اولیاء میں سے کوئی بھی خواہ وہ غائب ہو یا حاضر اسے ناپسند نہیں کرے گا، انہوں نے اپنے بیٹے عمر بن ابی سلمہ سے کہا کہ تم نبی ﷺ سے میرا نکاح کرادو چنانچہ انہوں نے حضرت ام سلمہ کو نبی ﷺ کے نکاح میں دیدیا۔ پھر نبی ﷺ نے ان سے فرمایا کہ میں نے تمہاری بہنوں (اپنی بیویوں) کو جو کچھ دیا ہے تمہیں بھی اس سے کم نہیں دوں گا، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، اس کے بعد نبی ﷺ جب بھی ان کے پاس خلوت کے لئے آتے تو وہ نبی ﷺ کو دیکھتے ہی اپنی بیٹی زینب کو پکڑ کر اسے اپنی گود میں بٹھا لیتی تھیں اور بالآخر نبی ﷺ یوں ہی واپس چلے جاتے تھے، حضرت عمار بن یاسر جو کہ حضرت ام سلمہ کے رضاعی بھائی تھے، کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ حضرت ام سلمہ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ یہ گندی بچی کہاں ہے جس کے ذریعے تم نے نبی ﷺ کو ایذاء دے رکھی ہے اور اسے پکڑ کر اپنے ساتھ لے گئے۔ اس مرتبہ نبی ﷺ تشریف لائے اور گھر میں داخل ہوئے تو اس کمرے کے چاروں کونوں میں نظریں دوڑا کر دیکھنے لگے پھر بچی کے متعلق پوچھا کہ زناب (زینب) کہاں گئی؟ انہوں نے بتایا کہ حضرت عمار آئے تھے وہ اسے اپنے ساتھ لے گئے ہیں، پھر نبی ﷺ نے ان کے ساتھ خلوت کی اور فرمایا:

"إن شئت سبعت لك، سبعت وإن سبعت لك سبعت۔"[5]

"اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس سات دن گزارتا ہوں لیکن پھر اپنی دوسری بیویوں میں سے ہر ایک کے پاس بھی سات سات دن گزاروں گا۔"

فقہی و تجزیاتی مطالعہ:

اسلامی تعلیمات میں نکاح سے متعلق تفصیلی احکامات موجود ہیں۔ عصر حاضر میں جن سماجی مسائل سے معاشرہ دوچار ہے ان میں جہیز کا مسئلہ سرفہرست ہے۔ جہیز، عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ جہاز (سامان) ہے۔ لفظ "جہاز" قرآن مجید اور حدیث میں ہر موقعے کے لیے الگ الگ سامان ہوتا ہے۔ اس کے حساب سے اس کے ساتھ یہ لفظ لگ کر اپنا مفہوم ادا کرتا ہے۔ جیسے یہ معنیٰ کہ 'جہاز العروس' (دلہن کو تیار کرنا)، اسی طرح جہاز المیت (میت کا سامان تیار کرنا)، جہاز السفر (سفر کا سامان)، جہاز الغازی (غازی کو سامان اسلحہ وغیرہ دینا)۔ احادیث میں یہ لفظ دو موقعوں کے لیے استعمال ہوا ہے: ایک غازی کے لیے اس کو میدانِ کارزار میں کام آنے والی اشیا (خود، زرہ، اسلحہ وغیرہ) مہیا کرکے تیار کرنا۔ اور دوسرا معنیٰ دولہن کو شبِ زفاف کیلئے تیار کرنا ہے۔ احادیث میں لفظ جہیز محض دلہن کو تیار کرنے کے

---

[5]۔ احمد بن حنبل، المسند، بیروت: دار لعلم، ۲۰۰۶ء، رقم الحدیث: ۲۶۵۲۹۔
Ahmad bin Hanbal, *Al-Musnad*, Beirut: Darul-Ilam, 2006, Hadith: 26529

معنوں میں ہی مستعمل ہے۔درج بالا مذکورہ روایت میں بھی صراحت ہے کہ حضرت ام سلامہؓ خود بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں پیشکش کی کہ وہ انہیں مطلوبہ سامان فراہم کریں گے جو وہ اپنی دیگر ازواج کو فراہم کر چکے ہیں۔یہ وضاحت کہ گھریلو سامان خود آنحضرت ﷺ نے خود فراہم کیا تھا، چنانچہ یہ مسئلہ اخذ ہوا کہ جہیز (گھریلو سامان) حسبِ استطاعت عورت نہیں بلکہ مرد کی ذمہ داریوں اور فرائض میں شامل ہے۔

عموماً جہیز کے جواز کے سلسلہ میں جن تین خواتین کا ذکر اس ضمن میں ملتا ہے ان میں سیدہ صفیہؓ، سیدہ ام حبیبہؓ اور سیدہ فاطمہ الزہراؓ شامل ہیں۔حضرت فاطمہؓ کو جہیز دینے کا، جس سے جہیز کے جواز پر استدلال کیا جاتا ہے۔اس واقعے پر غور وخوض کرنے اور اس سے متعلقہ روایات کے مختلف طرق کا جائزہ لینے سے یہی بات واضح ہوتی ہے کہ اس کا تعلق بھی اثاث البیت (گھریلو سامانِ ضرورت) سے نہیں ہے بلکہ یہ بھی دراصل دلہن کو پہلی مرتبہ دولہا کے پاس بھیجنے ہی کی تیاری تھی اور اس موقعے پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو جو چیزیں دی تھیں، ان کا تعلق رات کو سونے کیلیے کام آنے والی چیزوں سے تھا، جیسے چادر، تکیہ، پانی کی مشک۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے مرد کو قوام (عورت کا محافظ، نگران اور بالادست (قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ)[6] بنایا ہے اور اس کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ عورت کی مالی ضروریات پوری کرتا ہے، مرد اپنے اس مقام و مرتبہ کو فراموش کر کے عورت سے لینے کا مطالبہ کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے سببِ فضیلت (وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ) یعنی معاشی ومالی کفالت کی ذمے داری، کے بھی خلاف ہے اور اس کے شیوۂ مردانگی کے بھی منافی ہے۔

لڑکی کو جہیز دینے کے سلسلے میں ہمارا معاشرہ افراط و تفریط کا شکار ہے جہیز ایک معاشرتی مسئلہ ہے جس میں دو انتہائیں موجود ہیں۔فطری بات ہے کہ جب والد اپنی لختِ جگر کو شادی کے موقع پر گھر سے رخصت کرتا ہے تو حسبِ استطاعت کچھ سامان دینا دونوں کے لئے باعث فرحت وانبساط ہے۔محدثین کرام نے اس مسئلہ کو اپنی کتب حدیث میں بیان فرمایا ہے۔چنانچہ امام نسائی اپنی سنن میں ایک عنوان بایں الفاظ قائم کرتے ہیں: 'باب جهاذ الرحل ابنته' باپ کی طرف سے بیٹی کو جہیز دینے کا بیان۔پھر حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی فاطمہ کو چادر مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں روئی کی بجائے اذخر گھاس بھر ی ہوئی تھی۔بطور جہیز دیا اس وقت آپ نے جو سامان دیا اس کے لئے لفظ "جهز" استعمال کیا۔مسند امام احمد میں مذکور ہے۔کے سامان کے ساتھ چکی اور دو مٹکوں کا بھی زکر ہے۔[7]۔اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام حبیبہؓ کو اپنے حبالہ عقد میں لیا تو وہ حبشہ میں تھیں حضرت نجاشیؒ نے اس کا نکاح پڑھایا پھر چار ہزار درہم اپنی طرف سے بطور حق مہر دیا اس کے ساتھ اپنی گرہ سے جہیز کا بھی بندوبست کیا۔

---

[6] ۔النساء،۵: ۳۴۔

An-Nisā, 5:34

[7] ۔احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث: ۲۱۴۴۔

Ahmad bin Hanbal, *Al-Musnad*, Hadith: 2144.

درج بالا تمام روایات کے مطالعہ سے واضح ہے کہ فقہائے کرام کا موقف یہ ہے کہ جہیز درحقیقت عورت کی شادی کی رخ کی تیاری کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔احادیث میں لفظ جہیز سے موجود جہیز کا تصور قطعا مناسب نہیں۔اگرچہ جہیز دینے میں اصلاً کوئی حرج نہیں۔چونکہ شرعاً کوئی حرج نہیں، مسئلہ محض ایک غلط رسم کے رواج پانے اور معاشتی برائی اختیار کرنے کا ہے۔دورِ حاضر کے سماجی مسائل میں جہیز بہت اہمیت کا حامل ہے۔اس سلسلہ میں افراط و تفریط کئی ایک نوجوان غریب بچیوں کی شادی میں نہ صرف رکاوٹ ہے بلکہ بہت سی بچیاں شادی کے بعد بھی جہیز کی کمی کے سبب طعن و تشنیع اور گھریلو ناچاقیوں کا شکار ہیں۔سامان جہیز کے عوض بچی کو قطعی طور سے وراثت سے محروم کرنا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

چوتھی مثال:

سیدہ عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے گھر کے دروازے پر ایک پردہ لٹکا لیا جس پر کچھ تصویریں بھی تھیں، نبی ﷺ میرے یہاں تشریف لائے تو اسے دیکھ کر نبی ﷺ کے چہرہ مبارک کا رنگ بدل گیا اور اپنے ہاتھ سے اس پردے کے ٹکڑے کرتے ہوئے فرمایا:

"اشد الناس عذابا عند الله عز وجل يوم القيامة الذين يضاهون بخلق الله جل وعز، او يشبهون-" [8]

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کی طرح تخلیق کرنے میں مشابہت اختیار کرتے ہیں۔"

فقہی و تجزیاتی مطالعہ:

عصرِ حاضر میں جن مسائل کا سامنا سب سے زیادہ ہے اُن میں تصاویر کا فتنہ قابلِ ذکر ہے۔تصاویر سے متعلق اسلامی تعلیمات کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ تصاویر چاہے کسی انسان یا دوسرے کسی جاندار کی ہوں تو انہیں لٹکانا حرام ہے کیونکہ نبی ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

"لا تَدَعْ صورة إلَّا طَمَسْتَها، ولا قبراً مشرِفًا إلا سوَّ يته-" [9]

"جو بھی مجسمہ دیکھو اسے مٹادو اور جو قبر اونچی دیکھو اسے برابر کردو۔"

صحیح مسلم میں یہ حدیث بھی موجود ہے کہ حضرت عائشہؓ نے صحن کے سامنے ایک پردہ لٹکایا۔ جس میں تصاویر تھیں۔جب انہیں نبی ﷺ نے دیکھا تو کھینچ کر پردہ پھاڑ دیا آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا: اے عائشہ!

8۔احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث: ۲۴۵۲۰۔

Ahmad bin Hanbal, *Al-Musnad*, Hadith: 24520

9۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء، رقم الحدیث: ۹۶۹۔

Muslim bin Hujjaj, *Al-Jām'i al-Sahīh*, Riyadh: Dar-ul-Salam li Nashr wa al Tuzih, 2000) Hadith: 969.

"إِنَّ أَصحَابَ هذِهِ الصُّوَر يُعذَّبون يومَ القِيامَة، ويُقالُ لَهم أحْيُوا مَا خَلَقْتُم-"[10]

"ان مصوروں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور انہیں کہا جائے گا کہ جو کچھ تم نے بنایا تھا اب اس میں جان بھی ڈالو۔"

لیکن جب ان تصویروں کو بگاڑ ڈالا جائے یا آرام کرنے کے لیے تکیہ بنا لیا جائے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ ایک موقع پر جبریل علیہ السلام کے آنے کا وعدہ تھا۔ جب جبریل علیہ السلام آئے تو اندر داخل ہونے سے رک گئے۔ نبی ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس گھر میں مجسمہ، تصویروں والا پردہ اور کتا ہے آپ گھر والوں کو حکم دیجئے کہ مجسمہ کا سر کاٹ دیں اور پردہ کے دو تکیے بنالیں تاکہ تصویریں روندی جاسکیں اور کتے کو نکال دیں نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا، تب جبریل علیہ السلام داخل ہوئے۔ اس حدیث کو امام نسائیؒ نے اسناد جید سے ذکر کیا ہے، مذکورہ حدیث میں جس کتے کا ذکر ہے وہ حسن اور حسین کا پلا تھا جو گھر کے سامان کے نیچے تھا۔ ام المومنین عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک تکیہ نما چھوٹا کمبل خریدا جس پر تصویریں تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو دروازے پر کھڑے ہو گئے اور اندر تشریف نہ لائے۔ میں نے آپ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے اثرات دیکھے اور کہا: یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرتی ہوں، مجھ سے کیا غلطی ہوئی ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ نمرقہ (چھوٹا تکیہ) کیا ہے؟ میں نے کہا: میں نے اسے آپ کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور تکیہ لگائیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ القِيَامَةِ يُعَذَّبُونَ بِهَا، يُقَالُ لَهُمْ: أَحْيُوا مَا خلَقْتُم))ثُمَّ قَالَ: ((إِنَّ البَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرُ لاَ تَدْخُلُهُ المَلاَئِكَةُ-" [11]

"ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب ہوگا، انھیں کہا جائے گا کہ تم نے جو بنایا ہے اُسے زندہ کرو۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: جس گھر میں تصویریں ہوں وہاں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

یہ متفق علیہ ہے اور جبریلؑ کا قصہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ بستر وغیرہ میں تصویر کا ہونا فرشتوں کو داخل ہونے سے نہیں روکتا۔ یہی بات سیدہ عائشہؓ سے بیان کردہ حدیث سے ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے مذکورہ پردہ کا تکیہ بنا لیا تھا جس پر نبی ﷺ آرام فرماتے تھے۔ اسی طرح رافع بن اسحاق سے روایت ہے کہ میں اور عبداللہ بن ابی طلحہ ابوسعید الخدریؓ کی بیمار پُرسی کے لئے گئے تو انھوں نے ہمیں بتایا:

10۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء، رقم الحدیث: ۵۹۵۷۔
Bukhari, Muhammad bin Ismail, *Al-Jāmi' al-Sahīh*, Riyadh: Dar us Salam li Nashr wa al Touzih, 1999, Hadith: 5957

11۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، الجامع، ریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، ۱۹۹۹ء، رقم الحدیث: ۲۸۰۵
Tirmidi, Muhammad bin Essa, *Al-Jāmi*, Riyadh: Dar-us-Salam li Nashr wa al Touzih, 1999، Hadith: 2805.

"أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللهِ ﷺ: أَنَّ المَلاَئِكَةَ لاَ تَدْخُلُ بَيْتًا فِيهِ تَمَاثِيلُ أَوْ صُوَرٌ-"[12]

"ہمیں رسول اللہ ﷺ نے بتایا: بے شک جس گھر میں مجسمے یا تصاویر ہوں تو وہاں (رحمت کے) فرشتے داخل نہیں ہوتے۔"

درج بالا روایت کے فقہی و تجزیاتی مطالعہ سے درج ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں:

۱-جاندار اشیاء مثلاً انسان، حیوان اور پرندوں وغیرہ کی تصاویر بنانا حرام ہے۔

۲-تصاویر کی حرمت کے اس عمومی حکم سے بعض چیزیں مستثنیٰ ہیں:

"بچوں کے کھیلنے کی گڑیاں۔ کھلونے وغیرہ اور کپڑے پر پرندے کی تصویر۔"[13]

"سیدنا انسؓ کی انگوٹھی پر ایک کھڑے شیر کی تصویر تھی۔"[14]

"حضرت عمران بن حصین کی انگوٹھی پر ایک آدمی کی تصویر تھی جس کی گردن میں تلوار لٹکی ہوئی تھی۔"[15]

۳-موجودہ دور میں ویڈیو اور کمپیوٹر سی ڈی کی ایجادیں تصویر کے حکم میں نہیں ہیں کیونکہ ان پر کوئی تصویر نظر نہیں آتی۔ یہ سائنسی اور ٹیکنکل کمال ہے جسے انسانوں نے دریافت کر لیا ہے لہٰذا یہ ایجادات نیک مقاصد مثلاً تقریر، تعلیم، تربیت اور مناظرے وغیرہ کے لئے مباح کے حکم میں ہیں۔

۴-گھروں میں علما، قائدین، بزرگوں اور اہل خانہ کی تصاویر لٹکانا حرام ہے۔

۵-جن کپڑوں پر جانداروں کی تصویریں ہوں ان کا استعمال حرام ہے کیونکہ جس کپڑے پر تصویریں تھیں اسے نبی ﷺ نے پھاڑ دیا تھا۔[16]

۶-سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی تو آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر وہاں ایک پردہ لٹکا ہوا دیکھ کر واپس چلے گئے۔[17]

---

[12]۔ ترمذی، الجامع، رقم الحدیث: ۲۸۰۵

Tirmidi, *Al-Jām'i*, Hadith: 2805

[13]۔مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۵۵۲۱

Muslim, *Al-Jāmi al-Sahīh*, Hadith: 5521

[14]۔ ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، المصنف، بیروت: دار قرطبی، ۲۰۰۶ء، ۲۶۹/۸، رقم الحدیث: ۲۵۰۹۳۔

Ibn Abi Sheibah, Abdullah bin Muhammad, *Al-Musnnaf* Beirut: Dar Qurtubi, 2006, 269/8, Hadith: 25093

[15]۔ایضاً، رقم الحدیث: ۲۵۰۹۵

ibid, Hadith: 25095

[16]۔بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۲۴۷۹

Bukhari, *Al-Jāmi al-Sahīh*, Number of Hadith: 2479

[17]۔ایضاً، رقم الحدیث: ۲۶۱۳

ibid, Hadith: 2613

۷-سیدنا ابو مسعود عقبہ بن عمرو الانصاریؓ نے اس گھر میں دعوت کھانے سے انکار کر دیا تھا جہاں تصویر لگی ہوئی تھی۔[18]

درج بالا روایات سے معلوم ہوا کہ زندگی سے متعلقہ تمام امور میں اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور یہ اہلِ حق کا امتیاز ہے۔ رہے وہ اُمور جو شریعت کے خلاف ہیں تو ہر حالت میں ناجائز ہیں چاہے ان کے لئے ویڈیو یا سی ڈیز استعمال کی جائیں یا نہ کی جائیں۔

پانچویں مثال:

بنو عبد الاشہل کی ایک عورت حضرت اسماء بنت یزید بن سکن سےؓ بیان کرتی ہیں:

"انها بينا هي في نسوة مر عليهن النبيﷺ فسلم عليهن."۔[19]

"وہ اور کچھ عورتوں کے ساتھ تھیں جن کے پاس سے رسول اللہ ﷺ گزرے تو آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔"

فقہی و تجزیاتی مطالعہ:

اسلام زندگی کے تمام شعبہ جات سے متعلق راہنمائی فراہم کرتا ہے۔ قرآن کی جن آیات میں یا حضور ﷺ کی جن احادیث میں مسلمانوں کو آپس میں سلام کرنے کا حکم اور تاکید کی گئی ہے، اُن میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے اور ان میں مخاطب مرد اور عورت دونوں ہی ہیں، جیسا کہ قرآن مجید کی آیت:

"وَإِذا حُيّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيّوا بِأَحسَنَ مِنها أَو رُدّوها-" [20]

"جب تمھیں سلام کیا جائے تو اس کا بہتر سلام کے ذریعے جواب دو یا پھر ویسے ہی سلام سے جواب دو۔"

اس آیت میں مخاطب مرد و عورت دونوں ہی ہیں۔ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں ہے:

"لاَ تَدْخُلُوا الجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا وَلا تُؤمِنوا حتى تحابُّوا، أَوَلا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمُوهُ تَحَابَبْتُم؟ أَفْشُوا السَّلام بَيْنَكُم-"[21]

"تم جنت میں نہیں جا سکتے جب تک ایمان نہ لاؤ۔ اور اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں ایسی بات نہ بتاؤں کہ اگر تم آپس میں محبت بڑھے گی اپنے درمیان سلام کو رواج دو۔"

اس حدیث میں بھی مخاطب مرد اور عورت دونوں ہیں۔ آج تک کسی نے یہ نہیں کہا کہ اس کے مخاطب صرف مرد ہیں عورتیں نہیں ہیں۔

18۔ بیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبریٰ، بیروت: دار لکتب العلمیہ، ۲۰۱۴ء، ۳۶۸/۷

Bayhqi, Ahmad bin Husain, *Sunan al-Kubrā*, Beirut: Dar al Kutub al-Ilmiya, 2014, 368/7

19۔ دارمی، السنن، رقم الحدیث: ۲۶۷۳

Darmi, *Al-Sunan*, Hadith: 2673

20۔ النسا، ۵:۸۶۔

Al-Nisa, 5:86

21۔ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۹۴

Muslim, *Al-Jām'i al-Sahīh*, Hadith: 194

اور نہ قرآن وحدیث میں ہی ایسی دلیل ملتی ہے کہ مرد عورتوں کو سلام نہیں کر سکتے یا عورتیں مردوں کے سلام کا جواب نہیں دے سکتیں۔ بلکہ اس کے برعکس حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں مردوں نے عورتوں کو سلام کیا ہے اور عورتوں نے ان کے سلام کا جواب دیا ہے اس لیے یہ بات پورے وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا اور عورتوں کا جواب دینا اسلامی آداب میں شامل ہے۔ ذیل میں حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے چند مثالیں پیش ہیں:

صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی چچازاد بہن حضرت اُم ہانیؓ رسول اللہ ﷺ کے گھر تشریف لائیں تو اُس وقت رسول اللہ ﷺ غسل فرمارہے تھے اور حضرت فاطمہؓ نے آپ پر پردہ کیا ہوا تھا۔ حضرت اُم ہانیؓ نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کون ہے؟ حضرت اُم ہانیؓ نے جواب دیا کہ میں اُم ہانیؓ ہوں۔ آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

"مرحبا بام هانی۔"[22]

"اُم ہانی کو خوش آمدید ہو۔"

صحیح بخاری میں امام بخاریؒ نے ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے "مردوں کا عورتوں کو سلام کرنا اور عورتوں کا مردوں کو سلام کرنا اور" اس عنوان کے ذریعے امام بخاریؒ ان لوگوں کو جواب دینا چاہتے ہیں جو عورتوں کو سلام کرنا یا ان کا جواب دینا پسند نہیں کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی رائے کے حق میں دو حدیثیں پیش کی ہیں؛

پہلی حدیث حضرت سہلؓ نے بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں:

> ایک عورت کسی کھجور کے باغ میں اُن کے لیے کھانا تیار کر کے رکھا کرتی تھی اور نماز جمعہ کے بعد حضرت سہلؓ چند صحابہ کرامؓ کے ساتھ ان کے پاس جاتے تھے اور اُس عورت کو سلام کرتے تھے اور وہ عورت ان کے سامنے کھانا پیش کرتی تھی۔[23]

دوسری حدیث کی روایت سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں:

> "حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اے عائشہؓ یہ جبریل علیہ السلام آئے ہیں اور تمھیں سلام کہہ رہے ہیں چنانچہ سیدہ عائشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت جبرائیلؑ کے سلام کا جواب دیا۔"[24]

جامع ترمذی میں ایک حدیث ہے حضرت اسماء بنت یزیدؓ فرماتی ہیں:

---

[22]۔ مسلم، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۶۶۹

Muslim, *Al-Jām'i al-Sahīh*, Hadith: 1669

[23]۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۲۴۵۵

Bukhari, *Al-Jām'i al-Sahīh*, Hadith: 2455

[24]۔ ایضاً، رقم الحدیث: ۶۲۵۳

ibid, Hadith: 6253

"ہم عورتیں ایک جگہ بیٹھی تھیں کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہمیں سلام کیا۔"[25]

المسند کے مطابق حضرت عمر بن خطابؓ بعض عورتوں کے پاس تشریف لائے اور انھیں سلام کیا اور بتایا کہ میں حضور ﷺ کا پیغام لے کر تمھارے پاس آیا ہوں۔[26]

امام احمد بن حنبلؒ نے ایک روایت کا تذکرہ کیا ہے کہ معاذ بن جبلؓ جب یمن گئے ایک عورت ان کے پاس آئی اور انھیں سلام کیا۔[27]

ان تمام روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ عورتوں کو سلام کیا کرتے تھے اور عورتیں بھی سلام کا جواب دیتی تھیں جیسا کہ سیدہ عائشہؓ کی روایت میں ہے۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ عورتوں کو سلام کرنے میں کوئی قباحت نہیں محسوس کرتے تھے۔ بعض علماء کرام دورِ حاضر میں عورتوں کیلئے سلام کہنے کو مناسب نہیں سمجھتے اور کے سلام کرنے میں فتنہ کا اندیشہ اور خوف محسوس کرتے ہیں۔اِن علمائے کرام کے مطابق احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ نہ عورتوں کو سلام کیا جائے اور نہ یہ سلام کا جواب دیں۔ علمائے احناف کے مطابق عورتیں صرف اپنے محرم مردوں کو سلام کر سکتی ہیں۔ بعض علماء کرام کے نزدیک صرف بوڑھی عورتوں کو سلام کرنا یا ان کے سلام کا جواب دینا جائز ہے اور ان سب علمائے کرام کی دلیل محض فتنہ ااندیشہ ہے۔ حالانکہ اگر مردوں کو سلام کرنے میں عورتوں کیلئے فتنہ کا اندیشہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ ضرور اس سے منع کرتے، جبکہ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا عمل ثابت کرتا ہے کہ لوگ عورتوں کے معاملے میں اس طرح کے حساس اور سخت گیر نہیں تھے اور نہ اس قدر احتیاط کے زائل تھے۔

درج بالا تمام روایات کے فقہی مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ذخیرہ حدیث میں ایک بھی ایسی روایت اور حدیث نہیں ہے جس میں اس بات کا بیان ہو کہ حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ عورتوں کو سلام کرنے میں کوئی حرج محسوس کرتے تھے۔ خاص کر جب کوئی ملاقات کی غرض سے ان کے پاس جاتا یا معلم اور معالج کی حیثیت سے ان کے پاس جاتا البتہ راہ چلتے کسی عورت کو سلام کرنا مناسب نہیں ہے الا یہ کہ اس سے کسی قسم کی قریبی رشتہ داری ہو یا ایسا کوئی قریبی تعلق ہو جیسا کہ استاد اور شاگرد کے درمیان ہوتا ہے۔ جہاں تک معاملہ یہ ہے کہ عورتوں کی آواز ستر ہے اور مردوں کے درمیان انھیں خاموش رہنا چاہیے تاکہ ان کی آواز مردوں کے کان نہ پڑے تو یہ ایک بے بنیاد بات ہے جس کی قرآن و حدیث میں کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس قرآن و حدیث میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ عورتیں غیر محرم مردوں سے بات کر سکتی ہیں، اگرچہ یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جبریلؑ تو فرشتہ تھے۔ تو اس سلسلے میں واضح رہے کہ حضرت جبریلؑ عام طور پر مرد کی صورت میں ہی تشریف لاتے تھے۔

درج بالا روایت کے فقہی و تجزیاتی مطالعہ سے درج ذیل اہم نکات سامنے آتے ہیں:

---

[25]۔ احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث: ۲۶۳۵۱

Ahmad bin Hanbal, *Al-Masnad*, Hadith: 26351

[26]۔ایضاً، رقم الحدیث: ۲۴۳

ibid, Hadith: 243

[27]۔ احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث: ۱۲۵

Ahmad bin Hanbal, *Al-Masnad*, Hadith: 125

۱۔ مردوں اور عورتوں کے لیے ملاقات کے وقت السلام علیکم کہنا ضروری ہے۔

۲۔ مرد اور عورت نامحرم ایک دوسرے کو مصافہ نہیں کر سکتے۔

۳۔ عورتوں کو مردوں سے گفتگو کرتے ہوئے ایک نمائندہ مقرر کرنی چاہیے وہ سب عورتوں کی طرف سے نمائندگی کرے۔

۴۔ بزرگ مرد حضرات بھی نامحرم عورتیں مصافہ نہیں کر سکتی۔

درج بالا روایات کے فقہی و تجزیاتی مطالعہ سے واضح ہے کہ صحابیاتؓ نے امور خانہ داری اور عائلی و ازدواجی زندگی سے متعلق بکثرت روایات بیان کی ہیں جو کتب احادیث میں موجود ہیں۔ چونکہ صحابیاتؓ نے رسول اللہ ﷺ کے زیر عاطفت تربیت پائی اور سماج سے متعلق ہر پہلو کو بخوبی دیکھا اور دوسروں تک پہنچایا، یہی وجہ ہے کہ عصری سماجی و خاندانی مسائل کے حل اور اصلاح البیوت کے پیش نظر مرویات صحابیاتؓ کی روشنی میں فقہی پہلوؤں سے متعدد سماجی، عائلی اور ازدواجی مسائل کا حل تلاش کیا جاسکتا ہے۔ دور حاضر میں خاندانی مسائل جن میں سماجی و عائلی عدم برداشت، نکاح و طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان اور خاندانی مسائل کے حل میں صحابیاتؓ کا اسوہ اور سماجی مسائل کا حل انہی روایات کے ضمن میں مفید مطالعہ ثابت ہوگا۔

نتائج تحقیق:

مضمون ہذا کے اختتام پر درج ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

۱۔ صحابیاتؓ کا حدیث و سیرت کی اشاعت و فروغ اور احادیث نبویہ کی تفہیم، تفقہ و تشریح میں نمایاں کردار ہے۔

۲۔ کتب احادیث و سیرۃ میں صحابیاتؓ سے مروی روایات بکثرت موجود ہیں جن میں سماجی، عائلی اور ازدواجی مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے اور موجودہ سماجی و عائلی مسائل کے حل میں ممد و معاون ہیں۔

۳۔ مرویات صحابیاتؓ کے فقہی اور تجزیاتی مطالعہ سے سماجی اور عائلی زندگی کے نمایاں پہلوؤں کا مطالعہ ممکن ہے، ازدواجی مسائل میں صحابیاتؓ دیگر صحابہ کرامؓ سے ممتاز ہیں۔

۴۔ مرویات صحابیاتؓ سے سماجی عدم برداشت اور خاندانی و ازدواجی مسائل کو اسوۂ حسنہ ﷺ کی روشنی میں حل کرنے میں مدد ملتی ہے۔ نیز اسلامی تہذیب و ثقافت کی تشکیل میں گہرا اثر رکھتی ہیں۔

۵۔ عصر حاضر کے خاندانی مسائل، نکاح، طلاق، خلع، عدت، نان و نفقہ اور جہیز سے متعلق مسائل سے متعلق صحابیاتؓ کی مرویات میں فقہی اعتبار سے توسع پایا جاتا ہے، عصری خانگی مسائل کے حل میں صحابیاتؓ کی مرویات ممد و معاون ہیں۔